نظم القرآن

(جاحظ کی ایک غیر معروف تصنیف کا تعارف)

سکندر علی اصلاحی

ابو عثمان عمرو الجاحظ بن بحر بن محبوب الکنانی ۱۶۰ھ/۷۷۶ء میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۵ھ/۸۶۹ء میں بصرہ ہی میں انتقال کیا۔ جاحظ جب کم سن ہی تھے تو والد کی وفات ہوگئی جاحظ پڑھنے لکھنے کے بے حد دلدادہ تھے۔[1] ان کے شوق مطالعہ اور جستجوئے علم کے متعلق ابن ندیم (۴۳۸ھ/۱۰۴۸ء)[2] نے لکھا ہے:

> "تین ایسی شخصیتیں ہیں جن سے زیادہ میں نے کسی کو بھی کتابوں کا اس قدر دلدادہ اور علم کا شائق نہیں پایا اور وہ ہیں جاحظ، فتح بن خاقان[3] اور اسمٰعیل بن اسحاق القاضی۔[4] رہا جاحظ کا معاملہ تو وہ بالکل منفرد ہیں، کیونکہ ان کے سامنے سے کبھی کوئی ایسی کتاب نہیں گذری جسے انھوں نے پورا پڑھ نہ لیا ہو۔ حتی کہ وہ کتب فروشوں کی دکانوں کو کرائے پر لے لیتے اور ان پر غور و فکر کے لئے ٹھہرے رہتے۔"[5]

انھوں نے فلسفۂ قدیم کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا، اور علم و ادب کی معراج کو پہنچے۔[6] جاحظ نے اپنے پیچھے علم و ادب کا ایک قیمتی سرمایہ چھوڑا ہے جو تقریباً ہر فن اور موضوع سے متعلق ہے۔[7] اصلاً ان کا تعارف ایک ادیب کی حیثیت سے ہوا لیکن ان کی تصنیفات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر اصنافِ علم کے علاوہ قرآنیات سے بھی انھیں گہرا شغف تھا اور اس موضوع پر انھوں نے متعدد کتابیں اور مقالے قلمبند کیے جو یا تو دستبرد زمانہ کی نذر ہو گئے یا ان کی دیگر کتابوں میں منتشر پائے جاتے ہیں۔ اس موضوع پر ان کی درج ذیل کتابوں کا ذکر ملتا

ہے۔

۱۔ کتاب آی القرآن[۹] جاحظ اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں کہ "میں نے اس کتاب میں قرآن کی ان آیتوں کو جمع کر دیا ہے جن سے ایجاز اور حذف کے درمیان فرق اور زوائد و فضول و استعارات کا امتیاز جانا جاتا ہے[۹]" یہ کتاب نایاب ہے۔

۲۔ کتاب خلق القرآن:[۱۰] اس کتاب کا صرف نام ملتا ہے، اس سے متعلق کوئی اور تفصیل دستیاب نہیں ہے۔

۳۔ کتاب الرد علی النصاریٰ:[۱۱] یہود و نصاریٰ قرآن کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ ان کے اس نقطۂ نظر کی رد میں یہ تصنیف لکھی گئی ہے۔ مگر دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

۴۔ کتاب الرد علی من اُلحد فی کتاب اللہ:[۱۲] اس کا بھی صرف نام ملتا ہے۔ اسی طرح سے قرآن کے دوسرے موضوعات پر جن کتابوں کا ذکر ملتا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۵۔ کتاب المخاطبات فی التوحید[۱۳]۔

۶۔ کتاب القرآن[۱۴]۔

۷۔ کتاب الاحتجاج فی نظم القرآن[۱۵]۔

اس کے علاوہ بھی تصنیفات ہیں۔ نظم القرآن، جاحظ نے نظام معتزلی (م ۲۳۱ھ ۸۴۵ء)[۱۶] کی تردید میں یہ کتاب تحریر کی۔ گویا یہ پہلی کتاب ہے جس میں اعجازِ قرآن کے موضوع پر مستقل طور پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ جاحظ کی یہ کتاب بھی اب دستیاب نہیں ہے[۱۷]۔ الباقلانی (۳۳۸ — ۴۰۳ھ/۹۵۰ — ۱۰۱۳ء)[۱۸] نے اعجاز القرآن[۱۹] میں جاحظ کی اس کتاب کا تذکرہ بڑے مختصر الفاظ میں کیا ہے[۲۰]۔ خود جاحظ نے اپنی اس کتاب کا تذکرہ اپنی تصانیف "حجج النبوۃ" اور "الحیوان" میں کیا ہے۔

کتاب نظم القرآن ہی وہ کتاب ہے جس کے متعلق بہت سے مباحث ان کی دیگر کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ خود جاحظ نے فتح بن خاقان کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "میں نے آپ کے لیے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اپنی پوری محنت صرف کی ہے اور قرآن کی تائید اور

اس کے بارے میں شبہات پیدا کرنے والوں کے رد میں جو کچھ لکھا جا سکتا تھا سب لکھ دیا ہے
چنانچہ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن تو برحق ہے لیکن اس کی ترتیب حجت نہیں اور یہ کہ قرآن
اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے لیکن وہ برہان و دلیل نہیں ہے۔ ایسے تمام لوگوں کا رد کیا ہے۔[۲۱]

ابو الحسین خیاط (۲۷۰ - ۳۰۰ھ/۸۸۳ - ۹۱۲ء)[۲۲] نے بھی اپنی کتاب "الانتصار"[۲۳]
میں اس کتاب کی عظمت و اہمیت کی شہادت دی ہے۔ لکھتے ہیں: "جس نے مشبہ کے رد میں، تاریخ میں
نبوتوں کے اثبات میں اور نظم قرآن میں عمرو الجاحظ کی کتابیں پڑھی ہیں، اسے معلوم ہو گا کہ
اسلام میں ان کا ایک عظیم کردار ہے، جس سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا۔ اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ
انھیں ضائع نہیں کر سکتا۔ قرآن کے نظم، ندرت ترتیب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
پر حجت ہونے کے سلسلے میں جاحظ کی کتاب کے علاوہ اور کوئی دوسری کتاب نہیں"[۲۴] ڈاکٹر بنت الشاطی[۲۵]
نے لکھا ہے کہ "تیسری صدی ہجری میں اسلامی معاشرہ میں اعجاز قرآن کے بارے میں مختلف مکاتیب
فکر تھے، جن کی وجہ سے اسلامی فرقوں میں کش مکش کی بڑی نازک صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔
ہر فرقہ کے لوگ اعجاز قرآن کے بارے میں اپنی رائے کا اثبات اور اپنے مخالفین کا ابطال کرتے تھے۔
اس دور میں اعجاز قرآن کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئیں جن میں ابن قتیبہ م ۲۷۶ھ/۸۸۹ء[۲۶]
کی "تاویل مشکل القرآن"[۲۷]۔ ابو الحسن اشعری (۲۷۰ - ۳۲۴ھ/۸۷۴ - ۹۳۶ء)[۲۸] کی مقالات الاسلامیین[۲۹]
جاحظ کی "حجج النبوۃ" اور ابو الحسین خیاط کی "الانتصار"، قابل ذکر ہیں۔ جاحظ نے "نظم القرآن" کے نام
سے ایک کتاب لکھی جس کا تذکرہ اپنی دوسری کتاب "حجج النبوۃ" میں فتح بن خاقان کو مخاطب
کرتے ہوئے کیا ہے۔[۳۰]

قاضی ابو بکر الباقلانی نے بھی جاحظ کی کتاب کا تذکرہ اپنی کتاب "اعجاز القرآن" میں
کیا ہے اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "جاحظ نے نظم القرآن کے موضوع پر ایک کتاب
لکھی ہے، لیکن وہ پہلے کے متکلمین کی کہی ہوئی باتوں پر نہ تو کوئی اضافہ کر سکے ہیں اور نہ جن
باتوں میں التباس اور غموض پایا جاتا ہے انھیں کھول سکے ہیں"[۳۱] باقلانی کے اس تبصرہ پر متعدد
لوگوں نے سخت گرفت کی ہے۔ مثال کے طور پر یہاں ڈاکٹر صادق الرافعی (۱۲۹۸ - ۱۳۵۶ھ/
۱۸۸۱ - ۱۹۳۷ء)[۳۲] کی رائے نقل کرنا مناسب ہو گا۔ جس سے جاحظ کی کتاب "نظم القرآن"، کی

اہمیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "ہمارے علم میں اعجاز کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب ابوعبداللہ محمد بن زید واسطیؒ م (۳۰۷ھ/۹۱۹ء)[۳۳] کی "اعجاز القرآن"[۳۴] ہے، جس کی عبدالقاہر جرجانی م (۴۷۱ھ/۱۰۷۸ء)[۳۵] نے دو شرحیں لکھی ہیں۔ ایک خاصی ضخیم جس کا نام "المعتضد"[۳۶] ہے اور دوسری اس سے مختصر[۳۷]۔ واسطیؒ نے اپنی کتاب "اعجاز القرآن" میں جاحظ کی کتاب سے استفادہ کیا ہے اور اسی کی بنیاد پر اپنے دلائل قائم کئے ہیں، جیسا کہ عبدالقاہر جرجانی نے اپنی کتاب "دلائل الاعجاز"[۳۸] میں واسطیؒ سے استفادہ کیا ہے۔ اس کے بعد ابوعیسیٰ الرمانیؒ م (۳۸۴ھ)[۳۹] نے اعجاز القرآن پر اظہار خیال کیا۔ اس کے بعد قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے اپنی مشہور کتاب "اعجاز القرآن" تصنیف کی، جس کے متعلق متاخرین کا اجماع ہے کہ اس موضوع پر اہم ترین اور منفرد کتاب ہے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کتاب میں واسطیؒ، رمانیؒ اور خطابی کی کتابوں میں سے کسی کا تذکرہ نہیں ہے۔ انھوں نے جاحظ کی طرف دو جملوں میں اشارہ کیا جو کچھ مناسب نہیں ہے، گویا کہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اعجاز قرآن پر وہی پہلے شخص ہیں جس نے اس موضوع سے بحث کی ہے۔ جب کہ یہ واضح ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلے جاحظ ہی نے لکھا ہے"[۴۰]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جاحظ کی کتاب "نظم القرآن" اپنے موضوع پر سب سے پہلی اور بہت اہم تصنیف تھی، جس سے بعد کے لوگوں نے بہت کچھ استفادہ کیا۔

ڈاکٹر مصطفیٰ صادق الرافعیؒ نے جاحظ کی کتاب کے متعلق مزید لکھا ہے کہ "انھوں نے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کی تھی وہ یہ کہ فصاحت کا اثبات کردیں اور اس کو آشکارا کردیں اس سلسلے میں ان کی یہ کوشش سب سے مقدم ہے۔ ان سے پہلے کسی نے اس موضوع پر نہیں لکھا۔ اس لئے کہ اس وقت تک علوم بلاغت وضع نہیں ہوئے تھے"[۴۱]

اسی طرح ڈاکٹر صبحی صالح (م ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء)[۴۲] اپنی کتاب "مباحث فی علوم القرآن"[۴۳] میں رقم طراز ہیں کہ: "اعجاز کی شرح و توضیح کے موضوع پر ہمارے علم کی حد تک اولین کتاب، ابوعبداللہ محمد بن زید واسطیؒ، کی کتاب "اعجاز القرآن" ہے۔ عبدالقاہر جرجانیؒ نے اس کی شرح لکھی اور اس کا نام، "المعتضد"، رکھا۔ ہمارا خیال ہے کہ واسطیؒ نے اپنے استدلال کی بنیاد جاحظ کے نظریات پر استوار کی ہے، جس طرح جرجانیؒ نے "دلائل الاعجاز" میں واسطیؒ کو اساس بنایا

ہے۔[44]

جاحظ کی کتابوں میں نظم القرآن سے متعلق جو مباحث ہیں ان کا تعلق مختلف موضوعات سے ہے، جن میں اعجاز قرآن، جمع و ترتیب قرآن، نظم قرآن، اسلوب قرآن، مجاز و استعارات قرآن، الفاظ قرآن اور دوسرے موضوعات بھی شامل ہیں۔ بعض اہم موضوعات پر انھوں نے جو کچھ لکھا ہے ان کا ایک مختصر تجزیہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

اعجاز قرآن

"معجزہ ایسے خارقِ عادت امر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دعوتِ مقابلہ بھی دی گئی ہو اور وہ مقابلہ سے سالم رہے"[45]

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جو آخری صحیفۂ ہدایت اور دونوں جہاں میں کامیابی کے لئے رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں (عبادات، معاملات واخلاقیات) کے لئے تعلیمات وہدایات ملتی ہیں، جو انسانی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا نہ صرف بہترین حل فراہم کرتی ہیں بلکہ اس کے لئے روحانی، علمی، فکری اور عملی طور پر بھی مفید ہیں۔ ان سب کے علاوہ قرآن مجید، رسالت محمدیؐ کے اثبات کے لئے ایک دائمی معجزے کی حیثیت رکھتا ہے اور اسلوب بیان، بلاغت اور غیب کی خبر دینے کی وجہ سے تا ابد اس کی معجزانہ حیثیت قائم رہے گی۔ اعجاز قرآن کے بہت سے اسباب و وجوہ ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ عرب اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کی معراج کمال پر فائز تھے اور ان کو اپنی ان خصوصیات پر بڑا ناز تھا، لیکن جب ان کو دعوتِ مقابلہ دی گئی کہ اس قرآن کے اسلوب و انداز پر کوئی مثال پیش کریں تو وہ ہکا بکا رہ گئے۔ قرآن بار بار کہتا رہا کہ:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرَاہُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّثْلِہٖ (یونس: ۳۸)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود تصنیف کر لیا ہے، کہو اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو اس جیسی تصنیف کر لاؤ۔

آخر میں یہ بھی کہا کہ:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرَاہُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے یہ کتاب خود

سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ (هود: ۱۳)

گھڑ لی ہے ؟ کہو" اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنالاؤ اور اللہ کے سوا اور جو جو تمہارے معبود ہیں ان کو مدد کے لئے بلا سکتے ہو تو بلالو اگر تم (انھیں معبود سمجھنے میں) سچے ہو۔

لیکن باربار کے چیلنج اور تحدی کے باوجود عربوں کو اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ عاجز رہے ۔ اس پہلو پر جاحظ نے بہت تفصیل سے لکھا ہے ۔ جسے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ[۲۶] (۸۴۹ــ ۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵ــ ۱۵۰۵ء) نے "الاتقان[۲۷]" میں نقل کیا ہے ۔

اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے جاحظ لکھتے ہیں: " اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں پیدا کیا، جب کہ خطابت اور شاعری میں عرب سے بڑھ کر کوئی اور قوم نہ تھی۔ ان کی زبان نہایت شستہ تھی اور وہ الفاظ کا نہایت وافر خزانہ رکھتی تھی۔ پھر آپ نے اہلِ عرب کو خدا کے ایک ماننے کی دعوت دی اور اپنی رسالت کی تصدیق کی طرف بلایا، اور اس کی حجت ان کے سامنے پیش کی اور اس باب میں کوئی عذر کی گنجائش نہ چھوڑی اور ہر شبہ کا ازالہ کردیا۔ مگر انھوں نے اسلام کی دعوت قبول نہیں کی۔ اہلِ عرب کو (دعوت اسلامی) قبول کرنے میں صرف ان کی نفسانی خواہش اور بے جا ہٹ دھرمی ہی مانع رہ گئی نہ کہ جہالت اور سراسیمگی تو پھر نبی کریم کو جنگوں کا سامنا کرنا پڑا اور بڑے بڑے معرکۂ کارزار سر کرنے پڑے۔ مگر اس حالت میں بھی آپ اسکو اسلام کی دعوت پیش کرتے رہے اور برابر ان کو مقابلہ کی دعوت دیتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم قرآن کو غلط اور مجھ کو جھوٹا جانتے ہو تو قرآن جیسی ایک سورہ نہ سہی، چند آیتیں ہی پیش کردو اور جس قدر آپ ان کو چیلنج دیتے اور انھیں عاجز فرماتے، اسی قدر ان کی بے بسی نمایاں ہوتی تا آنکہ ان کا سارا غرور و گھمنڈ جاتا رہا۔ آخر انھوں نے ہر طرح سے عاجز آکر کہہ دیا کہ تم گذشتہ قوموں کے حالات سے واقف ہو اور ہم ان سے ناآشنا ہیں اسی لئے تم ایسی عمدہ عبارت پیش کرسکتے ہو اور ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ آپ نے ان کے اس عذر کا جواب یہ دیا کہ اچھا من گھڑت باتیں ہی بنالاؤ۔ لیکن اس پر بھی کسی مقرر، خطیب اور

شاعر کو حوصلہ نہ ہوا، کیونکہ اس میں تکلف سے کام لینا پڑتا اور تکلف سے اہلِ نظر کے یہاں حقیقت عیاں ہو جانے کا قوی اندیشہ تھا۔

اہلِ عرب کی بے بسی ظاہر ہو گئی، ان کے شاعروں اور زبان دانوں کی کثرت انھیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکی اور محض ایک سورہ یا چند آیتوں سے جو دلیل ختم ہو سکتی تھی وہ اس میں بھی ناکام رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا ثابت نہ کر سکے، آخر انھوں نے جان دی، مال گنوایا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ گھروں سے جلاوطن ہوئے اور ان تمام مصائب و آلام کو سہتے رہے لیکن آسان طریقے سے اپنی جان بچانے کے لئے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیلوں کو جھٹلا نہ سکے۔

یہ کتنی زبردست تدبیر تھی جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا اور اس تدبیر کی خوبی اہلِ قریش اور اہلِ عرب سے کم درجہ عقل و رائے رکھنے والوں سے بھی مخفی نہیں رہ سکی چہ جائے کہ خود ان لوگوں سے جو کہ عجیب و غریب قصائد، اعلیٰ درجہ کے رجز، بلیغ اور طویل خطبوں اور مختصر تقریروں کے نکتہ شناس اور قدرداں تھے۔ سجع کہنا، مزدوج عبارت پیش کرنا، جن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اور اس پر لطف یہ کہ ایسی ہی عبارت پیش کرنے کے لئے ہر مرتبہ و مقام کے لوگوں کو چیلنج کیا گیا مگر وہ بھی سر پٹخ کر رہ گئے اور مقابلہ نہ کر سکے۔

لہذا یہ بات بالکل محال معلوم ہوتی ہے کہ اہل عرب اس کا مقابلہ نہ کریں جب کہ بار بار چیلنج کیا جاتا رہا، حالانکہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ اپنی خوبی پر اترانے والے لوگ تھے، جن کا سب سے بڑا اور قابلِ تعریف کام یہی کلام تھا۔ ضرورت کے وقت مشکل سے مشکل باتوں کے لئے بھی کوئی حیلہ نکل آتا ہے، لیکن وہ سخت ضرورت کے باوجود ایک اعلیٰ درجہ کے مفید کام میں ۲۳ سال تک کوئی تدبیر نہ کر سکے۔

یہ بات بھی محال معلوم ہوتی ہے کہ ایک چیز کو وہ جانتے بھی ہوں، ان کے قابو میں بھی ہو بلکہ اس سے زیادہ قدرت حاصل ہو کہ زائد خوبی پیدا کر سکیں جو مقابلہ کے لئے پیش کیا گیا ہے پھر بھی وہ اسے نہ کریں اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔[۴۸]

جمع و ترتیب قرآن

حضرت زید بن ثابتؓ (۱۱ قبل ہجرت – ۴۵ھ/ ۶۱۱ – ۶۶۵ء)[۴۹] سے روایت ہے کہ نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات (۱۱ھ)[۵۰] تک قرآن بیک جگہ ایک جلد میں جمع نہیں کیا گیا۔ یہ حضرت ابوبکرؓ (۵۱ ق ھ — ۱۳ھ/ ۵۷۳ — ۶۳۴ء)[۵۱] اور حضرت عمرؓ (۴۰ ق ھ — ۲۳ھ/ ۵۸۴ — ۶۴۴ء)[۵۲] کی دوراندیشی ہے کہ انھوں نے قرآن کو جمع کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔

بخاریؒ (۱۹۴ — ۲۵۶ھ/ ۸۱۰ — ۸۷۰ھ)[۵۳] کی روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا کہ "مجھے ابوبکرؓ نے جنگ یمامہ کے بعد بلوایا، میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ عمر بن الخطابؓ ان کے پاس بیٹھے ہیں تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ "یہ عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے بہت سے حفاظ شہید ہوئے ہیں[۵۴] اور مجھے خطرہ لاحق ہے کہ اگر اسی طرح دوسری جنگوں میں بھی حفاظ قتل ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ہمارے ہاتھوں سے جاتا رہے گا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ آپ قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیں، تو میں نے عمرؓ کو جواب دیا کہ ہم اس کام کو کس طرح کریں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، تو عمرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نہایت ضروری اور بہتر کام ہے اور یہ (عمرؓ) مجھ سے اس معاملہ میں اصرار اور بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو اس اقدام کے لئے کھول دیا اور میری بھی وہی رائے ہو گئی جو عمرؓ کی ہے۔[۵۵]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حکم کی تعمیل کی اور قرآن کے منتشر اجزا کو مختلف جگہوں سے ایک جلد میں محفوظ کر دیا۔ یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ جاحظ اس کو صحابہ کرامؓ کی فراست اور دوراندیشی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "صحابہ کرام کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ انھوں نے اپنے فہم اور اللہ کی توفیق سے قرآن کریم کو اس طرح محفوظ کر دیا کہ وہ ایک دو حرف یا ایک دو کلمہ کی تبدیلی تک سے محفوظ ہو گیا۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو شعرا و بلغا سے زیادہ جدت طرازی کے فن سے واقف تھے، انھیں اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر وہ پیش قدمی نہیں کریں گے تو اس میں بہت سی نئی باتیں پیدا ہو جائیں گی، جس طرح روایتوں میں پیدا ہو گئیں۔ انھوں نے جب روایتوں کی کثرت اور اختلاف اور نئی نئی باتوں میں افتراق دیکھا تو قرآن کو جس پر ان کی بنیاد تھی محفوظ کرنا ہی مناسب سمجھا۔[۵۶]

نظمِ قرآن

قرآن کریم کو اول سے آخر تک پڑھ جایئے، اس کی عبارت میں جھول نہیں، معانی کے لحاظ سے باریکی اور عمدگی پر مشتمل ہے، طرز بیان میں انتہائی جاذبیت اور استحکام ہے، اس کی سورتیں اور آیات آپس میں مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں، جیسے کاندھے سے کاندھا ملائے ہوئے لوگوں کی قطار ہے۔ اس کے الف سے ی تک ہر ہر جملہ میں اعجاز کی روح جاری و ساری ہے، سانچے میں ڈھلے ہوئے ڈلے کی طرح اس کے اجزاء آپس میں اس طرح پیوست ہیں کہ ان میں نہ علیحدگی محسوس ہوتی ہے اور نہ اجنبیت، گویا موتیوں کی ایک نہایت دیدہ زیب لڑی ہے، جس میں حروف، کلمات اور جملے (موتی) منظم ہونے کے ساتھ ساتھ نہاتب مرتب اور ایک دوسرے سے بغایت پیوست ہیں یا ایسے ہیروں کا نادر روزگار ہار ہے جو اپنی چمک دمک سے آنکھوں کو خیرہ کئے دے رہا ہے۔ اس میں نتیجۂ کلام مبدأ کلام کے ساتھ ایسا مربوط ہے کہ گویا یہ اس کے لئے غایت و مطلوب ہے اور اول سے آخر تک یہ ساری کیفیات اس (معانی و الفاظ) میں یکساں پائی جاتی ہیں۔[۵۷]

نظّام پر تنقید

جاحظ عقیدے کے لحاظ سے معتزلی ہیں اور معتزلیوں کے سرخیل نظّام کے شاگرد بھی۔[۵۸] جن کا عقیدہ ہے کہ قرآن کا نظم معجزہ نہیں ہے، وہ "صرفہ" کے قائل ہیں[۵۹] یعنی قرآن سے معارضہ کرنے کی صلاحیت عربوں میں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس صلاحیت کو سلب کرلیا تھا۔ نظّام کا قول ہے کہ قرآن کریم کا معارضہ و مقابلہ اہل عرب سے اس لئے نہ ہو سکا کہ اللہ پاک نے ان کی عقلوں کو سلب فرما کر انھیں اس طرف آنے سے پھیر دیا تھا اور گو یہ بات ان کی قدرت میں تھی کہ تاہم ایک خارجی امر اس سے مانع رہا اور اس طرح قرآن بھی تمام دیگر معجزات کے مانند ہوگیا۔[۶۰] علامہ سیوطیؒ نے نظّام کے اس قول کا جواب اس طرح دیا ہے کہ "یہ قول درست نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "لئن اجتمعت الانس والجن" اہلِ عرب میں معارضہ کی قدرت موجود ہونے کے باوجود ان کے معارضہ سے عاجز ہونے پر دلالت کررہا ہے، ورنہ اگر ان سے قدرتِ معارضہ سلب کرلی جاتی تو پھر ان کے اکٹھا ہونے کا کوئی فائدہ باقی نہ رہتا۔ کیونکہ اس حالت میں ان کا اجتماع

بے جان مردوں کے اجتماع کے مثل ہوتا اور مُردہ لوگوں کا اجتماع کوئی لائق توجہ امر نہیں ہوسکتا۔[۱۱]

نظّام کے بارے میں جاحظ نے لکھا ہے کہ "اس کی (نظّام کی) سب سے بڑی خرابی جو ہمیشہ اس کے ساتھ لگی رہتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ ناقابلِ اعتماد ہے، اگر وہ قیاس کو صحیح سمجھنے کے بجائے اس اصل کو صحیح سمجھتا جس پر اس نے قیاس کر لیا ہے تو معاملہ برعکس ہوتا لیکن اس کا معاملہ یہ ہے کہ ایک گمان قائم کر لیتا ہے پھر اس پر قیاس کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ آغاز ظن سے ہوا تھا، اور جب ظن وقیاس کا مرحلہ بالکل پختہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک قطعی رائے قائم کر لیتا ہے اور اسے اس طرح بیان کرنے لگتا ہے جیسے اس کے معنی ومفہوم کی صحت پر کامل یقین ہو۔ وہ کبھی یہ نہیں کہتا کہ میں نے سنا ہے یا میری رائے ہے۔ اس کی بات جب قطعی گواہی کی حد میں داخل ہو جاتی ہے تو سننے والے کو یہ شک نہیں رہتا کہ اس نے یہ بات محض سن کر یا مشاہدے سے کہی ہے۔"[۱۲]

نظّام یا معتزلیوں کے عقیدے کے برعکس جاحظ نظم قرآن کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ قرآن کی سحر بیانی اور اس کی قوت تاثیر کا راز نظم وارتباط ہی میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عرب اپنے فن بلاغت کے اوج کمال پر فائز ہونے کے باوجود قرآن کے اسلوب اور نظم وارتباط جیسا کلام پیش کرنے سے قاصر رہے۔ نبی کریمؐ جو بار بار عربوں کو چیلنج اور تحدی کرتے رہے اس کی بنیاد نظم ہی پر تھی۔[۱۳] وہ لکھتے ہیں کہ "اگر کوئی عرب اپنے کسی خطیب یا بلیغ کے سامنے کسی ایک سورہ چھوٹی یا بڑی کی تلاوت کرتا تو وہ اس کے نظام، اس کے مخرج، اس کے الفاظ اور اس کے مزاج سے سمجھ جاتا کہ وہ اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتا اور اگر بلاغت وفصاحت کے عروج تک پہنچے ہوئے شخص کو بھی اس سورہ کے ذریعہ چیلنج کرتا تو وہ اپنی درماندگی ظاہر کرتا۔ لیکن یہ مقصد ایک حرف یا دو حرف یا ایک کلمہ یا دو کلمات سے حاصل نہ ہوتا۔ تم دیکھتے نہیں کہ لوگوں کا مزاج بن چکا ہے اور ان کی زبانوں پر اس طرح کے کلمات جاری رہتے ہیں، جیسے الحمدللہ، انا للہ، علی اللہِ توکلنا اور ربنا اللہ ونعم الوکیل وغیرہ۔ یہ تمام جملے منتشر ہیں، ان میں کوئی اجتماعیت نہیں ہے لیکن اگر کوئی بہترین خطیب بھی اس کے جملوں سے نظم قرآن، اس کے مزاج، اس کی ترتیب اور اس کے مخرج کے مطابق کوئی چھوٹی یا بڑی سورہ

تصنیف کرنا چاہے تو اس پر قادر نہ ہو سکے گا، چاہے قحطان اور معد بن عدنان کے تمام ادیبوں کی مدد حاصل کرے"[۶۴]

جاحظ کے نزدیک قرآن کریم کا اعجاز اس کے نادر و یکتا نظم میں پوشیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا نظم جملہ تمام منثور و موزوں کلام سے مختلف ہے، وہ (قرآن) اشعار اور سجع کے وزن پر غیر مقفی نثر ہے۔[۶۵]

جاحظ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن کے تمام الفاظ فصیح ہیں ان کی جگہ ان سے بہتر کوئی لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔ اس کی وضاحت ایک مکالمہ سے ہوتی ہے جس کا جاحظ نے اپنی کتاب "البیان والتبیین" میں ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ "محمد بن مناذر[۶۶] (م ۹۱۸ھ/۱۱۳ء) شاعر (جو بصرہ کے رہنے والے تھے) اور اہل مکہ کے درمیان یہ بات ہوئی کہ اہل بصرہ کی زبان فصیح نہیں ہے فصاحت تو صرف اہل مکہ ہی میں ہے، ابن مناذر نے کہا کہ ہمارے الفاظ، قرآن کے الفاظ کے مطابق ہیں، تم موازنہ کر لو، "قدر" کو تم لوگ "برمۃ" کہتے ہو اور اس کی جمع "برام" استعمال کرتے ہو، جب کہ ہم "قدر" کہتے ہیں اور اس کی جمع "قدور" ہے، قرآن نے بھی یہی استعمال کیا ہے۔ "وجفانٍ کالجواب وقدور راسیات"[۶۷] اسی طرح تم لوگ گھر کی بالائی منزل کو "علیۃ" کہتے ہو اور اس کی جمع "علالی" استعمال کرتے ہو، جب کہ ہم "غرفۃ" کہتے ہیں اور اس کی جمع "غرفات" اور "غُرَف" استعمال کرتے ہیں اور قرآن نے بھی یہی استعمال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "غرف من فوقھا غرف مبنیۃ"[۶۸] اور "وھم فی الغرفات آمنون"[۶۹] اسی طرح تم "طلع" کو "الکافور" اور "الاغریض" کہتے ہو جب کہ ہم اسے "طَلْعْ" ہی کہتے ہیں جیسا کہ قرآن نے بھی استعمال کیا ہے: "ونخلٍ طلعُھا ھضیمٌ"[۷۰] وغیرہ۔ اس طرح کے بہت سے الفاظ ہیں۔

اسی طرح جاحظ کا خیال ہے کہ جن الفاظ کا جس موقع پر استعمال ہونا چاہیے، اسی موقع پر قرآن نے استعمال کیا ہے۔ مثال میں "الجوع"[۷۱] اور "المطر"[۷۲] کو پیش کیا ہے۔

قرآن اور شعر

جب عرب قرآن کریم کے چیلنج کا جواب نہ دے سکے تو اس پر طرح طرح کے حملے کرنے لگے، کبھی اس کو جادو کہتے تو کبھی شعر[۷۳] چنانچہ "تبت یدا ابی لھب[۷۴]" کے بارے میں لوگوں

نے کہا کہ یہ شعر ہے اور "مستفعلن مفاعلن" کے وزن پر ہے۔ جاحظ نے ایسے لوگوں کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جان لو کہ اگر تم، لوگوں کی باتوں، ان کی تقریروں اور رسالوں کا جائزہ لوگے تو ان میں بکثرت "مستفعلن مستفعلن" اور "مستفعلن مفاعلن" کے وزن کے جملے پاؤ گے اور کوئی شخص اس مقدار کو شعر نہیں قرار دے گا۔ اگر کوئی سبزی فروش یہ صدا لگائے "من یشتری باذنجان" تو اس کا یہ قول "مستفعلن مفعولات" کے وزن پر ہوگا۔ لیکن کیا اسے شعر قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ اسے کہنے والے نے اس سے شعر مراد نہیں لیا ہے؟ اس مقدار کا وزن تو تمام لوگوں کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ صرف اسی مقدار کے کلام کو شعر کہیں گے جو اوزان سے واقفیت کے ساتھ اور قصداً کہا گیا ہو، میرے ایک دوست کے غلام کو استسقاء کا مرض ہوا، اس نے آقا کے دوسرے غلاموں سے کہا: "اذھبوا الی الطبیب وقولوا قد اکتوی" یہ قول فاعلاتن مفاعلن ــ فاعلاتن مفاعلن کے وزن پر (دوبار) ہے۔ یہ بات متعین ہے کہ اس غلام کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ اس نے کبھی شعر کا ایک مصرعہ کہا ہے۔ ایسا کلام میں بکثرت ہوتا ہے۔ اگر تم خود اپنے ملنے والوں اور غلاموں کے کلام میں غور کرو گے تو ایسا پاؤ گے"[٥٤٦]

نظم قرآن اور عربی ادب

قرآن کی زبان عربی ہے اور اس معیار کی عربی جو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے معجزے کی حد کو پہنچی ہوئی ہے، جس کے آگے عرب کی تمام فصاحت و بلاغت نے گھٹنے ٹیک دیئے، اس درجہ و مرتبہ کے کلام کے زور و اثر اور اس کی خوبیوں اور لطافتوں سے کوئی شخص آشنا ہونا چاہے تو اس کے لئے اس کو قرآنی زبان کا ذوق پیدا کرنا پڑے گا اور اس کے لئے فطری رجحان طبیعت اور لطافت ذوق کے ساتھ ساتھ اس زبان کی مشق و ممارست ناگزیر ہوگی قرآن فہمی کے لئے عربی ادب سے واقفیت لازمی ہے۔ جاحظ کا کہنا ہے کہ "قرآن کا نظم اور اس کا ارتباط دوسرے تمام کلاموں سے مختلف ہے۔ اس نظم کو جاننے اور گہرائی و گیرائی میں جانے کے لئے عربی ادب سے واقفیت ضروری ہے۔ اس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کی نظر عربی شاعری، رجز، مخمس، سجع، مزدوج اور عرب کے اعلیٰ پایہ کے خطبوں اور نثری شہ پاروں پر ہوگی"[٥٤٧]

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قرآن کریم کی زبان اعلیٰ زبان ہے۔ لہذا قرآن فہمی کے لئے اعلیٰ ذوق پیدا کرنا ہوگا۔

مذکورہ بالا بحثوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعجاز قرآن، نظم قرآن اور دیگر علوم قرآن پر جاحظ نے بڑی مبسوط و مدلل بحث کی ہے، مگر افسوس کہ وہ قیمتی سرمایہ زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا، البتہ کچھ منتشر جواہر پارے ہیں جو ان کی دوسری کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ اگر ان شہ پاروں کو جمع کر دیا جائے تو ایک ایسی کتاب تیار ہو سکتی ہے جس کی روشنی میں ہم نظم قرآن اور دوسرے مباحث سے متعلق جاحظ کے خیالات سے واقف ہو سکیں گے۔ مذکورہ بالا بحث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس میدان میں انھیں اولین اور مقدم حیثیت حاصل ہے۔ بعد کے لوگوں نے ان سے خوشہ چینی کی ہے اور لازمی طور پر ان سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ بعد کے مصنفین کی کتابوں میں جاحظ کے خیالات کی چھاپ نظر آتی ہے۔ جاحظ کی تقلید میں متعدد علما نے اپنی کتابوں کا نام "نظم القرآن" رکھا۔ مثلاً:

۱۔ ابو بکر عبداللہ بن ابی داؤد السجستانی (م ۳۱۶ھ)[۷۸]
۲۔ احمد بن سہل ابو زید بلخی (م ۳۲۲ھ/۹۳۴ء)[۷۹]
۳۔ ابو بکر احمد بن علی المعروف بن الاخشید معتزلی (م ۳۲۶ھ/۹۳۶ء)[۸۰]

لیکن افسوس کہ ان میں سے کوئی کتاب دستیاب نہیں ہے۔ اسی طرح جاحظ کے مباحث سے استفادہ کرنے والوں میں واسطیؒ (۳۰۶ھ) رمانیؒ (۳۸۲ھ) زملکانیؒ (۶۵۱ھ) اور باقلانی (۴۰۳ھ) وغیرہ کے نام شامل ہیں۔[۸۱]

سید احمد صقر[۸۲] لکھتے ہیں کہ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جاحظ کی "نظم القرآن" کس پایہ کی کتاب تھی۔[۸۳] نیز قرآنی علوم پر ان کی کتنی گہری نظر تھی۔

حوالے

لہ ابن خلکان: وفیات الاعیان ۳/۱۴۰، تحقیق محی الدین طبع اول ۱۹۴۸ء مکتبۃ النہضۃ
الحموی یاقوت: معجم الادبا ۱۶/۷۴، دار المامون مصر، ۱۹۲۳ء۔ کحالہ عمر رضا:

معجم المؤلفین ۸/ ۷، مطبعۃ الترقی دمشق ۱۹۵۹م

۲ الزرکلی خیر الدین : الاعلام ۶/ ۲۹، دار العلم للملایین بیروت ۱۹۹۰م

۳ نفس مصدر ۵/ ۱۳۲، ابن الندیم : الفہرست ۱/ ۱۱۶ مطبعۃ الاستقامۃ قاہرۃ (ب ت)

۴ الاعلام ۱/ ۳۱۰۔ ۵ الفہرست ۱/ ۱۶۹۔

۶ السندوبی حسن : ادب الجاحظ ۳۹، المکتبۃ التجاریۃ الکبری قاہرہ ۱۹۳۱ء۔
الشھرستانی : الملل والنحل، ابن حزم کی کتاب الفصل کے حاشیہ پر جو صبیح مکتبہ سے شائع
ہوئی ہے۔ ۱/ ۱۱۱۔ ۷ نفس مصدر ۳۹، جاحظ : کتاب الحیوان تحقیق
وشرح عبد السلام محمد ھارون مکتبۃ مصطفیٰ البابی ۱۹۵۶م مقدمہ عبد السلام محمد ھارون

۸ معجم الادباء ۱۶/ ۱۰۷۔ یہ کتاب مفقود ہے۔ البتہ کچھ عبارتیں کتاب الحیوان اور البیان والتبیین
وغیرہ میں ملتی ہیں۔ ۹ کتاب الحیوان ۲/ ۸۶۔

۱۰ جاحظ : الفصول المختارۃ، انتخاب الامام عبید اللہ بن حان، کامل المبرد کے حاشیہ پر
مطبعۃ التقدم مصر سے ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوئی ہے۔

۱۱ جاحظ : ثلاث رسائل، جو تین رسالوں پر مشتمل ہے ۱ فی الرد علی النصاری ۲ فی ذم
اخلاق الکتاب ۳ فی الفتیان، المطبعۃ السلفیۃ مصر ۱۳۴۴ھ

۱۲ معجم الادباء ۱۶/ ۱۰۷، ۱۳ نفس مصدر ۱۶/ ۱۰۷۔

۱۴ نفس مصدر ۱۶/ ۱۰۷۔ ۱۵ نفس مصدر ۱۶/ ۱۰۷۔

۱۶ الاعلام ۱/ ۴۳۔ ۱۷ جاحظ : حجج النبوۃ ۱۴۷، رسائل الجاحظ کے نام
سے حسن السندوبی نے متعدد رسالوں کو جمع کر دیا ہے جس میں یہ کتاب بھی شامل ہے۔ الرحمانیہ
مصر سے ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ ۱۸ الاعلام ۶/ ۱۶۷۔

۱۹ الباقلانی : اعجاز القرآن، تحقیق السید احمد سقر مصر ۱۹۵۴ء۔ اعجاز قرآن اور نظم قرآن سے متعلق
سید احمد صقر نے اپنے مقدمہ میں بہت عمدہ بحث کی ہے جو ۸۰ اصفحات پر مشتمل ہے۔

۲۰ الباقلانی : اعجاز القرآن ، مع الاتقان للسیوطی، دار نشر الکتب الاسلامیۃ۔ ۱۔ شارع شیش محل لاہور
بدون تاریخ ص ۸ ۲۱ حجج النبوۃ ۱۴۷۔

۲۲ھ الاعلام: ۳/ ۳۴۷ تحت عبدالرحیم بن محمد
۲۳ھ خیاط ابوالحسین: الانتصار والرد علی بن الراوند الملحد ۱۷۵-۱۵۶، المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت ۱۹۵۷م
۲۴ھ الانتصار ۱۵۴۔
۲۵ھ عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی ڈاکٹر مشہور و معروف خاتون مفسر قرآن و ادیبہ
۲۶ھ الاعلام ۴/ ۱۳۷
۲۷ھ ابن قتیبہ: تأویل مشکل القرآن، شرح و تحقیق السید احمد صقر، دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۵۴ء
۲۸ھ الاعلام ۴/ ۲۶۲
۲۹ھ ابوالحسن الاشعری: مقالات الاسلامیین مکتبۃ النھضۃ المصریۃ، قاھرہ، ۱۹۵۰ء
۳۰ھ حجج النبوۃ ۱۴۷۔
۳۱ھ باقلانی: اعجاز القرآن ۷۔
۳۲ھ الاعلام ۷/ ۲۳۵۔
۳۳ھ نفس مصدر ۶/ ۱۳۲۔
۳۴ھ واسطی ابوزید عبداللہ محمد بن زید: اعجاز القرآن
۳۵ھ الاعلام ۴/ ۷۴۔
۳۶ھ المعتضد: اس کتاب کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔
۳۷ھ دوسری کتاب جو مختصر تھی اس کے متعلق بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا۔
۳۸ھ جرجانی عبدالقاھر: دلائل الاعجاز، المطبعۃ المعدیۃ، تطوان (المغرب)
۳۹ھ الاعلام ۷/ ۲۳۵،
۴۰ھ الرافعی مصطفیٰ صادق: تاریخ آداب العرب ۲/ ۱۵۲، ۱۵۳، قاھرہ ۱۹۵۳ء۔ اس کا ترجمہ بھی پروفیسر غلام احمد حریری کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ تاریخ کا یہ حصہ بعد میں "اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ" کے نام سے مصر سے سنہ ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔
۴۱ھ نفس مصدر ۲/ ۲۵۳۔
۴۲ھ الاعلام ۳/ ۱۹۱۔
۴۳ھ صبحی صالح: مباحث فی علوم القرآن، مطبعۃ جامعۃ، دمشق ۱۹۶۲ء
۴۴ھ مباحث فی علوم القرآن ۴،
۴۵ھ الاتقان ۲/ ۶۴
۴۶ھ الاعلام ۳/ ۳۰۱۔
۴۷ھ السیوطی جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن ۲/ ۳۵۵، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۹۷۸ء۔ اس کا اردو ترجمہ بھی پیش نظر رکھا گیا ہے، جو کہ مولانا محمد حلیم انصاری نے کیا ہے اور آرام باغ کراچی پاکستان سے شائع ہوا ہے۔

۴۸ھ نفسِ مصدر ۲/ ۳۵۷ ۴۹ھ الاعلام ۳/ ۵۷

۵۰ھ نفس مصدر ۶/ ۲۱۹ ۵۱ھ نفس مصدر ۴/ ۱۰۲

۵۲ھ نفس مصدر ۵/ ۴۵ ۵۳ھ نفس مصدر ۶/ ۳۴

۵۴ھ جنگ یمامہ میں ستر حفاظ قرآن صحابہ شہید ہو گئے تھے۔

۵۵ھ بخاری: صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن باب جمع و تدوینہ

۵۶ھ الاتقان ۲/ ۳۵۸ ۵۷ھ معجم الادباء ۱۶/ ۷۴

۵۸ھ نظام ۵۹ھ صرفہ، ایک نظریہ کا نام ہے جس کا نظام قائل تھا

۶۰ھ الاتقان ۳۵۶ ۶۱ھ نفس مصدر ۳۵۷ ۶۲ھ البیان والتبیین ۱/ ۱۱۵-۱۱۶

۶۳ھ بحوالہ الرافعی: تاریخ آداب العرب ۲/ ۱۴۴-۱۴۵- ۶۴ھ البیان والتبیین ۱/ ۱۱۵-۱۱۶-

۶۵ھ جاحظ: العثمانیہ ۱۶، تحقیق عبدالسلام محمد ہارون ۶۶ھ الاعلام ۷/ ۱۱۱

۶۷ھ سورہ سبا ۱۳ ۶۸ھ سورۃ الزمر ۲۰ ۶۹ھ سورۃ سبا ۳۷

۷۰ھ سورۃ الشعراء ۱۴۸ ۷۱ھ سورۂ قریش ۱۸/۱، ۱۹ ۷۲ھ

۷۳ھ البیان والتبیین ۱/ ۲۰- ۲۱ ۷۴ھ نفس مصدر ۱/ ۲۰-۲۱

۷۵ھ سورۃ لہب ۱ ۷۶ھ البیان والتبیین ۱/ ۲۸۸، ۲۸۹

۷۷ھ نفس مصدر ۱/ ۴۴ ۷۸ھ الاعلام ۳/ ۱۲۲ ۷۹ھ نفس مصدر ۱/ ۱۳۴

۸۰ھ نفس مصدر ۱/ ۱۷۱ ۸۱ھ دائرۃ المعارف ۱۶/ ۱/ ۶، ۷۴، پاکستان

۸۲ھ مشہور و معروف محقق ۸۳ھ مقدمہ سید احمد صقر، باقلانی: اعجاز القرآن

جاحظ سے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے اور ان کی حیات اور کارناموں سے متعلق بے شمار کتابیں ہیں۔
مثال کے طور پر درج ذیل کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۱- حنا الفوخوری: الجاحظ دار المعارف بیروت ۱۹۵۳ء

۲- الاب فیکتور شلحت السیوعی: النزعة الكلامية في أسلوب الجاحظ دار المعارف مصر ۱۹۶۴ء